

اسلام میں عورت کی شہادت

محترمہ اُمّ حسن صاحبہ - منصفی رح، لاہور

(۴۰)

پھر اللہ تعالیٰ شریعتِ مطہرہ کے صرف چند اجزاء نہ ماننے والوں کو انتباہ کرتا ہے:

أَفْتَوْمُنُونَ بِنِعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضِ جَمْعًا
جَزَاءً مَن يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِيَّاهُ خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (بقرہ - ۸۵)

”کیا تم کتابِ الہی کے کچھ اجزاء پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصوں کا انکار کر دیتے ہو، جو کوئی تم میں سے یہ کام کرے اس کے علاوہ اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے کہ وہ دنیاوی زندگی میں بھی ذلیل و خوار ہو اور آخرت میں بھی انہیں سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔“

چونکہ یہ مذموم عادت یہودیوں میں موجود تھی اس لیے قرآن کریم نے ہر جگہ ان کے لیے ضَرْبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ غور کیجیے کتنی کڑی سزا ہے۔ کیا اسلامی قانون کو مغربی رنگ دینے والے مسلمان اسی سزا کے مستحق بننا چاہتے ہیں؟

اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان کے غالب طبقہ نسواں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے حقوق پر کوئی گلہ شکوہ نہیں۔ کوئی اعتراض نہیں بلکہ وہ اسی کو اپنے لیے محفوظ جائے عاقبت سمجھتی ہیں اور اس کے دامن میں پناہ لینے کو اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتی ہیں۔ ویسے بھی مغرب کے تجربات نے اسلامی قوانین کی برتری پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے جس سے پاکستانی خواتین کے ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔

البتہ ہمارے ملک میں ایک افرنک زدہ طبقہ ایسا موجود ہے جو اسلام کے ہر حکم پر اعتراض کا کوئی بھی موقع لائحہ سے نہیں جانے دیتا۔ اس کا طریق واردات یہ ہے کہ پہلے ایک بہت نادر الوقوع مگر اشتعال انگیز واقعہ گھڑ لیا جاتا ہے۔ پھر اس مفروضہ کو اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اس کے تدارک کی صرف ایک ہی شکل باقی رہ جاتی ہے کہ اسلام کے دقیانوسی اور ظالمانہ "قانون کو چھوڑ کر مغرب کے بظاہر چمکنے دکھتے قوانین کو بے دھڑک اختیار کر لیا جائے۔" متقام صد حیف ہے کہ خود اہل مغرب آہستہ آہستہ صدیوں کے تجربے کے بعد اسلامی قوانین کی بہتری اور برتری کے قائل ہو رہے ہیں مگر ہمارے ہاں کے نام نہاد مرعوب مسلمان مغربی قوانین پر مرے جا رہے ہیں اور اپنے ہاں کے جو اہرات کو چھوڑ کر ان کے سنگریزوں کو درآمد کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

عورت کی نصف شہادت کے مسئلے میں ایک مفروضہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ کسی گھر میں ایک دم ڈاکو آگھستے ہیں۔ وہ بچوں اور صاحب خانہ کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ اور تمام مال و اسباب لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ صرف ایک عورت باقی رہ جاتی ہے۔ اب اسلام حدود و قصاص کے مسئلے میں عورت کی شہادت کو سرے سے تسلیم کرتا ہی نہیں ہے، یا کرتا ہے تو آدھا، اس مظلوم و بے بس عورت کا اتنا جانی و مالی نقصان پہلے ہو چکا۔ اب اس کی گواہی بھی ادھوری ہے۔ وہ کرے تو کیا کرے؟ کہ اس کے مال کی باز پخت بھی ہو سکے اور مجرموں کو قرار واقعی سزا بھی مل سکے؟

اس طریق واردات کا مقصد عورتوں کو اشتعال دلا کر اسلامی قوانین سے برا نگینہ

کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ آخر ہماری روشن خیال بیگمات عالمی نسوانی کانفرنسوں میں کیا منہ دکھائیں گی۔

لیکن اگر ذرا ٹھنڈے دل سے صورتِ حال کا تجزیہ کیا جائے تو یہ اتنی مایوس کن نہیں ہے، جتنی فرض کر لی گئی ہے۔

اس صورتِ حال کا فیصلہ کرنے سے پہلے میں آپ سے پوچھنا چاہوں گی کہ کیا اتنا تشدد دیکھنے کے بعد وہ عورت اپنے ہوش و حواس برقرار رکھ سکے گی؟ کیا وہ اس قابل ہو سکتی ہے کہ تمام جنسیات کا ٹھیک ٹھیک مشاہدہ کرے، ٹھیک ٹھیک اس کو یاد رکھ سکے اور پھر بلا کم و کاست درست گواہی دے سکے۔

بلاشبہ بعض عورتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کا مشاہدہ قتل، چوری اور عصمت درمی کی جھانک وارداتوں میں قابلِ اعتماد قرار دیا جاسکے اور وہ انہیں عدالت کے سامنے ٹھیک طریقے سے پیش بھی کر سکیں۔ مگر یہ حیثیت ایک نوع کے عورت اس کی متحمل نہیں ہے۔ اور قانون ہمیشہ اکثریت کو ملحوظ رکھ کر وضع کیا جاتا ہے۔ کیا یہ معقولیت ہے کہ اسلام جیسے ابدی اور ہمہ گیر قانون کی بنیاد عمومی اور کثیر الوقوع حالات کے بجائے اس قسم کے شاذ اور نادر الوقوع حالات پر رکھی جائے؟

مندرجہ بالا مخصوص واقعہ ایک استثنائی واقعہ ہے اور اس کا فیصلہ بھی استثنائی ہی ہو گا۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ عورت عدالت میں گواہی دے گی اگر وہ دینے کے قابل ہے تو! آدھی اُس کی گواہی اور آدھی گواہی قرائن سے پوری کی جائے گی۔ قرائن یعنی ملزم کے ہاتھوں کے نشانات دیگر آلاتِ جاسوسی وغیرہ۔ اور اس طرح فیصلہ مکمل ہو سکے گا۔ اور اگر عورت بالکل ہی گواہی دینے کے قابل نہ ہو تو اس کے تندرست ہونے کا انتظار کیا جائے۔ اور جب اس کی دہشت دور ہو تو اُس کی گواہی اور قرائن کی گواہی مل کر فیصلہ کن ثابت ہوں گے۔ صحیح ملزم کو تعزیراً پھانسی بھی دے سکتا ہے۔ مجرم کسی حال میں بھی سزا سے نہیں بچ سکتا۔

هَذَا مَا عِنْدِي وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ

آخر میں ایک گزارش !

اگر ہم اس طرح اہل مغرب کے سامنے پسپا ہونے لگیں تو اسلام کے کس کس قانون پر نشتر چلائیں گے۔ کہاں کہاں سے بدنامی کا داغ دھوئیں گے۔ اس طرح تو پھر اسلامی عقاید کی خیر نہیں۔ پھر تو ہمارے ایمان اور دین کا پورا سرمایہ ہی جدید زمانے کی مصلحتوں پر قربان ہوتے ہوتے دریا بڑھ ہو جائے گا۔ اپنے دین و ایمان کو بچانے کی صرف ایک ہی سبیل ہے کہ پوری مومنانہ جرأت اور اخلاقی قوت کے ساتھ دلائل کی قوت سے کام لیں یہ ثابت کیا جائے کہ جس چیز کو دشمن اسلام بدنامی کہہ رہے ہیں، وہی دراصل نیک نامی کا طرہ امتیاز اور دورِ جدید میں مسلمانوں کا سرمایہ افتخار ہے۔ پس (ما سوائے انسانی مسائل) عورت کی نصف شہادت کے سلسلے میں بھی ہمیں یہی راہ اپنانی ہوگی۔ کیونکہ یہ مسئلہ بھی تائیدِ قرآن و سنت، تعادل صحابہ اور اجماعِ اُمت کی روشنی میں ایک مسئلہ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اب اس کے خلاف انفرادی اجتہاد کا کوئی وزن نہیں۔ عالم اسلام کے تمام فقہاء و علماء عورت کی نصف شہادت کے مسئلے سے اختلاف نہیں رکھتے۔ پوری اُمت کا فقہی سرمایہ ایک طرف ہو اور چند لوگ شذوذ کی راہ — اختیار کریں تو پھر یہ لوگ اپنا مقام خود ہی متعین کر لیں — ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

اس مقالہ کی تیاری میں درج ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

مختصر تفاسیر قرآن کے علاوہ :-

— اسلام اور عورت پر کیے گئے اعتراضات کا جائزہ - از سید جلال الدین عمری -

— عورت اسلامی معاشرہ میں - " " " "

— رسائل و مسائل حقہ ہفتم از ملک غلام علی

— اسلام اور جدید ذہن کے شکوک و شبہات از محمد قطب

— المرأة بين الفقه والقانون از ڈاکٹر مصطفیٰ اسامی